ہو المستعان

تربیتِ اخلاق

مصنفہ

منشی سید عبدالکریم صاحب (علیگ) [illegible]

الگزنڈرا ہائی اسکول بھوپال

مطبع مفید عام آگرہ میں باہتمام محمد قادر علیخان صوفی چھپی

١٩١٣ء

نسلون اور قومون کی ترقی کا انحصار بچون کی عمدہ تربیت اور اعلی تعلیم پر ہے انگلستان مین تعلیم نے اس قدر ترقی کی ہے کہ وہان کوئی شخص ایسا نہ ملیگا جس نے تہوڑی بہت تعلیم نہ پائی ہو یہی وجہ ہی کہ وہان صدہا کتابین اور رسالے اور ہزارہا مضامین بچون کی تعلیم اور تربیت کے متعلق شائع ہوتے رہتے ہین، لیکن ہندوستان مین نہ صرف ایسی باتون سے عدم توجہی ہے بلکہ بدقسمتی سے وہ اس ضرورت کو محسوس ہی نہین کرتے، خصوصاً مسلمان تو اس مسئلہ سے قطعی بے پروا ہین۔ مسلمان عورتون مین اگرچہ تعلیم کی کمی ہے لیکن پھر بہی شریف خاندانون مین اب کچہہ شوق ہو چلا ہے اور تہوڑی بہت اُنہون نے اپنی مادری زبان مین تعلیم حاصل کرنی شروع کردی ہے لیکن اُن کو کوئی ایسی کتاب

یا رسالہ جو عام فہم ہو ابھی تک دستیاب نہین ہوا جسکے مطالعہ سے وہ اپنے
بچون کی تربیت مین فائدہ حاصل کرسکین۔ جہان تک میری یاد کام کرتی
ہے میری نظر سے اُردو زبان مین اس مضمون کے متعلق کوئی رسالہ بجز
حضور سرکار عالیہ فرمانروائے بھوپال دام اقبالہا کی ایک تقریر کے
جو "التربیت" کے نام سے موسوم ہے (جس مین حضور سرکار عالیہ
نے نہایت وضاحت و فصاحت کے ساتھ مسئلہ تربیت اطفال پر بحث
کی ہے) نہین گذرا۔ مین اس بات کو نہایت فخر کے ساتھ بیان کرون گا
کہ ہندوستان کی مسلمان خواتین مین سے کسی نے اگر اب تک اس اہم
مسئلہ پر توجہ کی ہے تو وہ صرف حضور ممدوحہ ہین۔ ہمیشہ حضور ممدوحہ
نے اپنی ہمجنسون کو تربیت اطفال کے اصول سے واقفیت حاصل
کرنے کی ترغیب دلانے کے لئے علمی اور عملی طور پر کوشش فرمائی ہے۔ علمی
طور پر اس طرح کہ حضور عالیہ کو اکثر ایسے مضامین پر تقریرین فرماتی رہتی ہین
جن سے مین نے خاص طور پر اس رسالہ مین فائدہ اُٹھایا ہے۔ عملی طور پر
اسطرح کہ سرکار عالیہ نے خود ان ہی اعلیٰ اصول پر اپنے شاہزادون
کی تعلیم و تربیت فرمائی ہے جن کی اخلاقی شعاعون نے ہمارے
طبقہ امرا کے لئے روشن مثالین قائم کی ہین اور جو ہماری قوم کے لئے متاع
و مایۂ افتخار ہین۔ اسکے علاوہ حضور ممدوحہ کو اپنی قوم اور رعایا کے بچون کی

تعلیم اور تربیت کی طرف بھی ایسی ہی توجہ ہے۔ میں چونکہ الگزینڈرا ہائی اسکول بھوپال کا ایک طالب علم ہوں اور اُن مراحم والطاف شاہانہ سے بہرہ اندوز رہتا ہوں جو عموماً ہمارے پیارے اسکول کے طالبعلموں پر حضور عالیہ مبذول فرماتی رہتی ہیں اور مجھے حضور عالیہ کی اکثر تقریروں کو نہ صرف سننے بلکہ غور کے ساتھ پڑھنے کا بھی موقع ملا ہے۔ اسلئے میرے دل میں ایسا خیال پیدا ہونا ایک قدرتی بات ہے کہ میں اپنے زمانہ تعطیل میں جبکہ میں میٹریکلیشن کے امتحان سے فارغ ہوکر مکان پر آرام کر رہا ہوں کوئی ایسا کام کروں جو حضور سرکار عالیہ کی خوشنودی کا باعث ہو اور ساتھ ہی ساتھ اُس سے قوم کو بھی کچھ فائدہ پہونچ سکے چنانچہ میں نے حضور سرکار عالیہ کے خاص شوق و توجہ اور مسلمان خواتین کی اس اشد ضرورت کو ملحوظ رکھکر انگریزی کی ایک چھوٹی سی کتاب دی ٹو بہنگ آپ چلڈرن کے ترجمہ کو کسی قدر اضافہ کے ساتھ ”تربیت اخلاق“ کے نام سے مرتب کرکے اپنی قومی بہنوں کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کی ہے۔

خاکسار

عبدالکریم طالب علم الگزینڈرا ہائی اسکول
بھوپال

ڈیڈیکیشن

اس رسالہ کو نہایت ادب و خلوص عقیدت کے ساتھ جو میرے شکر گذار دل مین موجزن ہے علیا حضرت جناب نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاج ہند و جی، سی، ایس آئی، جی، سی، آئی، ای فرمان روائے بھوپال دام اقبالہا وظلہا کی بارگاہ عالی مین بطور ایک نذر حقیر پیش کرتا ہون۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

خاکسار

سید عبد الکریم طالب علم الگزینڈرا ہائی اسکول بھوپال

تمہید

جس طرح بچے اپنے والدین کے لئے باعث فرحت و انبساط ہوتے ہین
اُسی طرح بدقسمتی سے باعث تکلیف ہی ہوتے ہین اگر عقلمند بچہ اپنے
باپ مان کے لئے خوشنودی کا سبب ہوتا ہے، تو بے وقوف بچہ اپنے
والدین کو ہمیشہ غم و اندوہ مین مبتلا رکتا ہے۔

اگر ایک شخص بادشاہ ہی کیون نہ ہو مگر اُس کا بیٹا نافرمان ہو جائے
تو وہ اپنی حکومت دولت اور ثروت سے اتنا خوش نہین ہو سکتا جتنا
اپنے بیٹے کی نافرمانی سے مغموم رہے گا۔ برخلاف اسکے ایک غریب باپ
کا سعادتمند اور خوش اخلاق لڑکا اپنے باپ کے لئے مجسم دولت و
مسرت ہوتا ہے اور اپنے غریب والدین کو زندگی کے ہر رنج و الم مین
تشفی بخشتا ہے۔

عقلمندون کے نزدیک صرف والدین ہی تعلیم و تربیت کے ذمہ دار
ہین یعنی بچون کو تعلیم یافتہ بنانا والدین کے ہاتھ مین ہے والدین کی
جیسی تربیت ہوگی ویسے ہی بچون کے عادات ہون گے۔

تعلیم و تربیت کے سوا مان باپ کا اثر اور شکلون سے بھی بچون پر پڑتا ہے

کیا آپ نے نہین دیکھا کہ بچے کی صورت و شکل والدین سے اکثر ملتی جلتی ہوتی ہے گفتگو لب و لہجہ نشست و برخاست کے ڈھنگ اکثر والدین کے مشابہ ہوتے ہین بچپن ہی سے قدرتی طور پر وہ والدین کے حرکات و عادات و خصائل کی نقل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ ایک خاندان کے ممبرون کے عادات ضرور ایک دوسرے سے ملتے ہوئے ہوتے ہین۔

اس مین کچھ شک نہین کہ بچہ پر ماں باپ کا خاص اثر ہوتا ہے لیکن عادات مین باپ کا پرتو زیادہ پڑتا ہے۔ اسلئے حدیث شریف مین ہے کہ۔ اَلوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیہٖ۔

جس طرح بچہ والدین کی اچھی مثال سے سبق لیتا ہے ویسے ہی وہ بری باتون کی بھی تقلید کرتا ہے۔ بعض مائین ایسی ہوتی ہین جو اپنے بچون کو شروع شروع مین تو لاڈ اور پیار سے خراب کردیتی ہین اور جب بچے بڑے ہوکر کوئی برا کام کرتے ہین تو جسمانی سزا سے تنبیہ کرنا چاہتی ہین لیکن وقت گذر جانے کے بعد ایسی سزاؤن سے فائدہ نہین ہوسکتا، بچون کے قصورون کو اُن کے باپ سے پوشیدہ رکھتی ہین بلکہ اکثر بچون کی خاطر اُن کو جھوٹ بولنے مین بھی دریغ نہین ہوتا۔ وہ یہ نہین سمجھتین کہ اس جھوٹ بولنے کا نقصان اُس ہی وقت ختم نہین ہوجاتا بلکہ اسکے

یہ معنی ہین کہ بچے کی پشت ہا پشت تک اس بدی کا بیج بو دیا اور خدا کا نافرمان بندہ بنایا سو الگ۔

غرض اس طرح اُن کو شروع ہی سے دہوکہ دہی کا سبق پڑہایا جاتا ہے اکثر مائین بچے کے باپ کو جب کہ وہ کسی بُری حرکت پر اُس کو سزا دیتا ہے بہت بُری نظر سے دیکھتی ہین بلکہ اپنے دل مین اوسکو لفظ ''ظالم'' سے خطاب کرتی ہین، پھر بچے کو پیار کر کے اور مٹھائی وغیرہ دیکر اپنے شوہر کو بچہ کا بدخواہ جتاتی ہین اگر بچون کے لئے کوئی خطرناک دشمن ہو سکتا ہے تو وہ اس قسم کی مائین ہین۔ بچے کے ساتھ سچی محبت یہ ہے کہ اُنکے عیوب کی درستی کی کوشش کی جائے۔

اکثر والدین سوال کرتے ہین کہ بچون کی درستی اخلاق اور اعلیٰ تربیت کے لئے کن کن تدابیر کا اختیار کرنا ضروری ہے اسکے جواب مین ہم چند امور بہ تفصیل بیان کرنا چاہتے ہین۔

(۱) اطاعت

سب سے پہلا اور اہم سبق جو بچون کو دینا چاہیئے وہ یہ ہے کہ اُن کو آگاہ کر دین کہ وہ اُس کام کو نہ کرین جس کو اُن کا دل چاہے، بلکہ وہ کام کرین جس کے لیئے اُن کو حکم دیا جائے۔ غور سے دیکھا جائے تو صرف یہی ایک مسئلہ تمام خصائل کی جڑ ہے،،

ہمارے باہمی تعلقات کے متعلق جو احکام خدا تعالی نے ارشاد فرمائے ہین۔ اُن مین سب سے پہلا یہ ارشاد ہے کہ "اپنے مان باپ کی عزت اور تعظیم کرو،، اس حکم کی تعلیم بالکل بچپن ہی سے دینا چاہیئے، اکثر والدین اپنے بچون کے نافرمانی کی شکایت کرتے ہین۔ لیکن وہ ذرا غور نہین کرتے کہ اس کا التزام اُن ہی کی ذات پر عاید ہوتا ہے کیونکہ بچپن مین تعلیم و تربیت کی باگین اون ہی کے ہاتھون مین تھین۔

والدین اپنے بچون کی جاہلانہ محبت کے نشہ مین مست ہو کر اُن کے قصورون سے چشم پوشی کرتے ہین مگر آخر مین اوس کا خمیازہ خود اُن ہی کو بھگتنا پڑتا ہے۔

ہمارے ملک مین بہت سے والدین ایسے ہین جو محض تفریح طبع اور ہنسی مذاق کے لئے بچون کو گالی گلوج اور مار پیٹ سکھلا کر اپنا دل بہلایا کرتے ہین

لیکن اگر وہ چشم بصیرت سے دیکھین تو معلوم ہوجائیگا کہ وہ خود اپنے بچون کے اخلاق کو تباہ اور اون کی آیندہ زندگی کو برباد کر رہے ہین۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بچے کو اطاعت کس طرح سکھلائی جائے اس کا جواب سمجھنے کے لئے اس قاعدہ کو مدنظر رکھنا چاہیئے کہ بچے کو کوئی ایسا حکم نہ دیا جائے جسکی تعمیل مین اسکو کوئی عذر یا تامل ہو۔

لیکن اگر مجبوراً ایسا حکم دیا جائے تو نہایت شفقت آمیز لہجہ مین اور اچھی طرح سمجھا کر کہنا چاہیئے پھر بھی اگر نہ مانے تو چشم نمائی اور سختی کے ساتھ تعمیل کرانی چاہیئے۔

اطاعت کی تعلیم بالکل بچپن سے شروع کر دینی چاہیئے۔ کیون کہ بچون کی نافرمانی کی وجہ صرف یہی ہے کہ والدین اوس وقت جبکہ ان کا پورا پورا اختیار بچے پر ہوتا ہے اس طرف توجہ اور نہ نگاہ تحسین کرتے

(۲) انعام و سزا

اس چھوٹی سی حکومت مین جسکے بادشاہ اور ملکہ باپ اور مان ہین انعام اور سزا کی ایسی ہی ضرورت ہے جیسی کہ دنیا کی کسی بڑی سی بڑی سلطنت مین ہوسکتی ہے۔

اگر بچے کو کسی قصور پر ایک مرتبہ سزا نہ دیجائے تو دوسری مرتبہ چشم پوشی مناسب نہین کیونکہ جب بچے کو سزا نہ ملنے کا یقین ہوجاتا ہے تو پھر وہ بڑے کامون کے کرنے سے دریغ نہین کرتا، اکثر مائین بچے کے دل مین کسی نہ کسی چیز سے خوف و دہشت بٹھا دیتی ہین اور یہ دہشت و خوف تمام عمر اُس کے دل مین پتھر کی لکیر کی طرح موجود رہتا ہے تمام قصورون پر صرف جسمانی سزا دینا مفید نہین ہوسکتا بلکہ بعض وقت ایسی سزا زیادہ موزون ہوتی ہے، جو دل پر ایک گہرا اثر کرے اور جس سے وہ آیندہ اس قصور کے کرنے کی جرات نہ کرسکے مثلاً بچہ جب کوئی قصور کرے تو اوسکو حسب موقع اپنے ساتھ کسی سیر یا تماشہ مین شریک ہونے کی اجازت نہ دی جاوے، اس قسم کی سزا سے بچے کے دل پر وہ اثر پڑے گا، جو جسمانی سزا سے ہرگز نہین پڑ سکتا۔

بچے کی کسی نیک اور اچھے کام کرنے کے صلہ مین واجبی تعریف کرنا، اور اوس کو اُس کے حسب مذاق انعام سے خوش کرنا ہی ایسا ہی مفید ہے، جیسا کہ اُس کو کسی قصور کے جرم مین سزا دینا مفید ہوسکتا ہے۔

(۳) صداقت

وہ گناہ جس مین بچے سب سے پہلے، اور بڑی آسانی سے مبتلا ہوجاتے ہین

جھوٹ ہے بچون کو اس بُری عادت سے محفوظ رکھنے کے لئے ذیل کی
باتون پر توجہ کرنی چاہیئے۔

(الف) بچے کے سامنے صداقت اور سچائی کی ایک مثال قایم کیجائے
ہمارے ملک کے بچون کی حالت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ اُن کو جھوٹ بولنے کی بُری عادت اُن کے والدین ہی سکھلاتے ہین
اگر باپ بازار جارہا ہو اور بچہ ساتھ چلنے کی ضد کرے تو وہ اُس سے
کہدیتا ہے کہ مین صرف دروازہ تک جارہا ہون، لیکن بچہ بہت جلد سمجھ
جاتا ہے کہ میرے باپ نے محض جھوٹ سے کام لیا ہے، اور وہ جھوٹ
کو پھر اُس حقارت کی نظر سے جیسا کہ چاہیئے نہین دیکھتا۔ والدین غصہ
اور جوش مین اکثر جھوٹے وعدے کرتے اور دھمکیان دیتے ہین
لیکن جب اُن کو پورا کرنے سے قاصر ہوتے ہین تو پھر بچہ کو بہت بڑا
اور نقصان دہ سبق حاصل ہوتا ہے۔

(ب) بچون کو جھوٹ کی طرف ہرگز ہرگز راغب نہ کرنا چاہیئے۔ اگر بچہ کوئی
قصور کرے اور اس سے سختی کے ساتھ بازپرس کی جائے تو وہ جھوٹ
بولنے پر آمادہ ہوجاتا ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ بچہ سے صاف صاف
پھر نہ پوچھا جائے کہ کیا تم نے ایسا کیا ہے اور اگر کیا ہے تو کیون کیا، بزدل
بچے ایسے موقعون پر سزا سے بچنے کے لئے جھوٹ بولنا پسند کرتے ہین

بچے کو ایسی تعلیم دینا چاہیئے کہ جب وہ کوئی بُرا کام کرے یا کسی قصور کا
مرتکب ہو۔ تو اپنی ماں کے سامنے جا کر اوسکا اقرار کرلے ماں کو کہنا چاہیئے
کہ مین خوش ہون کہ تم نے سچ سچ کہدیا اور جو کچھ تم نے کیا ہے اُس سے
مجھکو افسوس اور رنج ضرور ہے، لیکن اگر تم دہو کہ دیتے اور دروغ گوئی
کو کام مین لاتے تو میرے لئے وہ اور بھی زیادہ باعث رنج ہوتا، اور پھر
اُس کو ایسے کام کرنے پر لعنت ملامت نہ کرنا چاہیئے اور اُس کام کی
بُرائی ذہن نشین کردینا چاہیئے کہ آیندہ وہ اس کام سے متنفر ہوجائے
اوسکو طبعی کراہت اور نفرت پیدا ہو اسلئے کہ جو کام ہوچکا اوس پر اوسکو
شرمندہ یا لعنت ملامت کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ بلکہ افسوس اور
سخت افسوس کا اظہار کرکے اوسکو آیندہ اوس سے بچنے کی تدبیر بتائی
جائے تم دیکھوگے کہ وہ اُس وقت نادم ہوکر خود اعتراف کرے گا
اگر بے فائدہ چیخ چلا کر محلہ والون کو اوسکی خطا پر آگاہ کروگے تو آیندہ
اوسکی شرم وحیا بھی بالاے طاق ہوجائیگی اور اس غل غپاڑہ سے تمکو بھی
کوئی نفع نہ ہوگا۔ صرف لعنت ملامت کے الفاظ سے کام نہین چلتا
بلکہ جراح کا سا کام کرنا چاہیئے ع چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ ہست،،
ایک یونانی کہتا تھا کہ مین نے کبھی جھوٹ موٹ، اور ہنسی مذاق مین بھی
جھوٹ نہین بولا۔ اسیطرح بچون کو اُن کے کھیل کود مین بھی جھوٹ سے

بچانے کے کوشش کرنا چاہیئے۔

(ج) بچون کو جھوٹ اور دہوکہ کے بُرے نتایج سے آگاہ کردینا چاہیئے چھوٹون کی قلعی بہت جلد کُھل جاتی ہے۔ اور اُن کا یہان تک اعتبار جاتا رہتا ہے کہ اگر وہ سچ بھی کہین تو کوئی یقین نہین کرتا ہے

ہوتا ہے پردہ فاش کلامِ دروغ کا،
جھوٹے کا اعتبار نہین ہے جہان مین،

بچون کے ذہن نشین کردینا چاہیئے کہ اگر اون کے کسی جہوٹے فعل کو جو اُنہون نے چھپا کر کیا ہے بظاہر کوئی نہ دیکھ سکے لیکن خدا تو ہمیشہ دیکھا کرتا ہے جو جہوٹون سے نفرت اور سچون سے محبت کرتا ہے۔

(۴) انصاف اور ایمانداری

چھوٹے بچون کی خواہش ہوتی ہے کہ دنیا کی ہر چیز اُن ہی کو ملجائے۔ بس اُن کو بچپن ہی سے انصاف سے کام کرنے کا سبق دینا چاہیئے، اور اُنکو آگاہ کردینا چاہیئے کہ وہ دوسرے کی چیز لینے کا کوئی استحقاق نہین رکھتے۔

جب کسی دوسرے کی چیز اتفاقاً ملجائے تو اُس کے مالک کو تلاش کر کے وہ چیز اُس کے پاس پہونچا دینا چاہیئے، دوسرے کی چیز کو بے اجازت اور بے اطلاع۔ لے لینے کا نام چوری ہے جس سے پرہیز کرنا ہر وقت ضروری ہے

اور یہان تک احتیاط کی ضرورت ہے کہ امتحان مین پرچون کی نقل کرنے سے بہی پرہیز کیا جاے، کیونکہ ایسی نقل کا شمار بہی ایک قسم کی چوری مین ہوسکتا ہے بچون کو آگاہ کر دینا چاہیئے کہ وہ قرض لینے سے پرہیز کرتے رہین کیون کہ قرض سے اکثر جھوٹ اور بے ایمانی پر آمادہ ہونا پڑتا ہے، جب قرض خواہ تقاضا کرتے ہین تو چوری اور بے ایمانی کرنے کو جی چاہتا ہے تاکہ قرض کی مصیبت سے نجات ملے۔

چور ایک دو مرتبہ بچکر نکل سکتا ہے، لیکن آخر کار پکڑا جاتا ہے، اور سزا پاتا ہے بے ایمان شخص کی کوئی قدر و منزلت نہین کرتا، وہ ہر جگہہ ذلیل ہوتا ہے، اوس کو کبھی حقیقی خوشی حاصل نہین ہوتی، ہمیشہ افشاے راز کا خطرہ لگا رہتا ہے، جب کسی پولیس مین کی صورت نظر پڑتی ہے، تو خون خشک ہوجاتا ہے اور اپنے دل مین کہتا ہے کہ کہین میرا ہی وارنٹ لیکر تو نہین آرہا ہے والدین کو چاہیئے کہ بچون کو سمجھاتے رہین کہ خداتعالیٰ تمھاری ہر حرکت کو خواہ تم کیسے ہی پوشیدہ طور پر کرو دیکھتا ہے بس تمکو ایسا کوئی کام نکرنا چاہیئے جو اوس سمیع و بصیر کی ناپسندگی کا باعث ہو،

(۵) اعتدال

ہر چیز مین میانہ روی کا نام اعتدال ہے لیکن یہان صرف کھانے پینے مین

اعتدال کا بیان کیا جاتا ہے۔

بچون کے لئے ہلکی غذا سب سے زیادہ مفید ہوتی ہے، ہمارے ہندوستان مین مٹھائیون کا استعمال بہت کثرت سے کیا جاتا ہے، جو خون اور گوشت کو خراب کر دیتی ہین، اور بچہ چٹورا ہو جاتا ہے بعض مائین جب خوانچہ والون کی صدا سنتی ہین تو پیار اور شفقت مین آکر بچون کو پیسے دیدیتی ہین کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق چیز خرید کر لین، اس سے بچہ کی صحت پر بھی اثر پڑتا ہے اور عادت بھی خراب ہوتی ہے، حریص اور نادان مائین اپنے بچون کو بہت کھاؤ بنا دیتی ہین، جو اُن کے لئے آگے چلکر بہت مضر ثابت ہوتا ہے، ماؤن کو چاہیئے کہ بچون کے لئے اپنے گھر ہی مین ایسی چیزین تیار کر لیا کرین کہ خوانچہ والون کی صداؤن پر بچہ کان نہ دھرنے پائے

بچون کو سگریٹ اور حقہ وغیرہ سے ہمیشہ بچاتے رہنا چاہیئے۔ کیون کہ اگر بچپن ہی سے اسکی لت پڑ جائے گی تو پھر چھوٹنا مشکل ہو جائے گا اور اسکا استعمال دل و دماغ پر بُرا اثر کرے گا اکثر بچے حقہ اور سگریٹ کا پینا نوکرون سے سیکھتے ہین اور ابتداً محض ایک تماشہ ہوتا ہے لیکن پھر لت پڑ جاتی ہے، اسلئے ان باتون کی نگرانی پوری کرنی چاہیئے۔

پان کھانا بھی بچپن مین مضر ہے، کیون کہ اس سے دانتون مین خرابی پیدا ہو جاتی ہے چھالیہ کتھے سے زبان کا لوچ جاتا رہتا ہے، تلفظ ٹھیک

ادا نہیں ہوتا، نادان مائین خود بچون مین پان کہانے کی عادت پیدا کر دیتی ہین اور لاڈ پیار مین خود بیڑے بنا بنا کر دیتی ہین، بس ان تمام باتون سے بچون کو بچائے رکہنا والدین کا ایک فرض منصبی ہے۔

نشیلی چیزون سے اول تو والدین کو خود پرہیز کرنا چاہیئے، پھر اپنے بچون کو ان کے برے نتایج سے آگاہ کر کے ایسی بیہودہ چیزون سے باز رکہنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔

(۶) نیک مزاجی یا خوش خلقی

مان کو چاہیئے کہ ہمیشہ آہستہ اور ملایم آواز مین گفتگو کرے کیون کہ جتنے زور سے بات کی جاتی ہے اُتنا ہی غصہ، اور جوش وخروش کو اشتعال ہوتا ہے۔

اکثر گھرون مین صبح سے شام تک بلند، اور غصہ آمیز آوازین سنائی دیتی ہین اور اس طرح مان ایک بری مثال قایم کرتی ہے، بچہ اُس کو دیکھتا ہے، اوسکی تقلید کرتا ہے، اور پھر یہ شور وغل کی عادت عمر بھر کے لئے پختہ ہو کر قایم ہو جاتی ہے، اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ جب بچے سے کسی کام کو کہا جائے، تو وہ پہلے بڑ بڑاتا ہے اور بھنوین چڑھا لیتا ہے، پھر کہین جا کر اوس کام کو کرتا ہے، برخلاف اس کے جن گھرون مین، مائین نرمی،

اور آہستگی سے بولتی ہین، وہان کے بچے ایسے فرمان بردار ہوتے ہین
کہ مان کے اشارون پر کام کرتے ہین، جہان ذرا سی نافرمانی بھی دیکھنے
مین نہین آتی، بچے چینخنا۔ چلانا، ضد کرنا، شور مچانا، کیونکر سیکھ جاتے ہین
فرض کرو مان کے پاس ایک بسکٹ ہے، بچے نے کہا "یہ مجھے دیدو"
مان نے جواب دیا "خاموش رہ یہ تجھکو نہین ملسکتا"، بچے نے ذرا اور
زور سے کہا مین تو لونگا مان نے جواب دیا "لڑکے مین کہہ چکی کہ یہ تجھکو
نہین دیا جائیگا"، بچے نے اور بھی زیادہ زور سے چلا کر کہا "مین تو لونگا"
پھر مان نے کہا کیسا لڑکا ہے، بیسون دفعہ سمجھایا گیا کہ جس چیز کو دینے سے
انکار کردین اُس کے لئے ضد نہ کیا کر۔ مگر تو نہین مانتا۔ لڑکے نے پیشتر سے اور
زیادہ بلند آواز مین کہا "چاہے کچھ ہو یہ بسکٹ تو مین ضرور لونگا" مان
نے بسکٹ پھینکدیا اور کہا لے اب تو خاموش ہو، مین نے اپنی عمر مین ایسا
ضدی لڑکا نہین دیکھا"

گویا اسیطرح مان نے بچے کو سکھلا دیا کہ جس چیز کے لئے تم چلاؤگے شور
مچاؤگے اُس کو ضرور پاؤگے،

بچے کو اس لئے کوئی چیز نہ دینا چاہئیے کہ وہ اُس کے لئے رو رہا ہے،
ضد کر رہا ہے بلکہ اُس کا شور مچانا ہی وہ چیز نہ دینے کی ایک وجہ قرار دینا چاہئیے
جب بچہ دیکھے گا کہ میرے شور مچانے سے کچھ حاصل نہین ہوا تو مجبوراً اُس

حرکت ناشایستہ کو چھوڑ دے گا۔

(۷) مہربانی

کسی کے ساتھ نیکی، اور مہربانی کرنا ایک ایسی صفت ہے جو خدا تعالیٰ کی صفات مین سے ہے پس ایسی صفت کا حاصل کرنا نہایت ضروری ہے زمانہ قدیم مین ایک بادشاہ تھا جس مین مہربانی، اور نیکی کرنے کی صفت بدرجہ کمال موجود تھی ایک روز وہ کہنے لگا کہ آج کا دن بالکل بے کار اور فضول ضایع ہوا، لوگون نے تعجب سے دریافت کیا کہ آپ دن بھر تو امور سلطنت انجام دیتے رہے ہین، پھر یہ کس طرح فرماتے ہین، بادشاہ نے جواب دیا کہ آج مجھے کسی کے ساتھ مہربانی کرنے کا موقع نہین ملا،

ماں کو چاہیئے کہ بچون مین سے کسی کو کسی پر ترجیح، اور برتری نہ دے، ورنہ جس کو ترجیح دے جاے گی، اوسمین غرور، اور تکبر، اور جس پر ترجیح دی جائے گی اُس کے دل مین بغض اور حسد کا مادہ پیدا ہو جائیگا، اور پھر وہ بچے مل جُلکر نہین رہ سکین گے بچون کو سمجھانا چاہیئے کہ طعن اور طنز کے، یا حقارت آمیز فقرے آپس مین استعمال نہ کیا کرین، ہمیشہ بچون مین محبت اور اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے، اس کے لئے ایک اچھی ترکیب یہ ہے کہ بڑے بچے کو چھوٹون کی خبرگیری اور درستی اخلاق کا

ذمہ وار قرار دین مگر اس کے لئے سب سے پہلے بڑے بچے کی اعلیٰ تربیت ہونی ضروری ہے، جن گھرون مین اس قاعدہ پر عمل درآمد ہوتا ہے وہان دیکھا گیا ہے کہ بچے آپس مین بڑی محبت اور اتفاق و اتحاد کے ساتھ زندگی بسر کرنے مین بچون کو سکھلانا چاہیئے کہ اپنے ہم سنون، غریب، بیمار اور ضعیفون پر مہربان ہون، بچے جب تک اسکول جانے کے لایق نہین ہوتے اُس وقت تک اُن کو دلچسپ کھیلون مین مشغول رکھنا چاہیئے، اور اُسی وقت سے اُس کے ساتھ کھیلنے والون اور اون کے درمیان دوستی اور محبت پیدا کرکے آیندہ زندگی کے لئے اس سلسلہ کو قایم کردینا چاہیئے تاکہ آگے چلکر وہ اپنے ہم مکتب، عزیز اقربا کے ساتھ محبت کا برتاؤ کیا کرین اور نہایت مہربانی سے پیش آیا کرین، جب بچون کو غریبون پر مہربان ہونے کا سبق سکھلایا جائے تو اُن کو خیرات کا اصل مفہوم بھی سمجھا دینا چاہیئے، یعنی اس بات سے آگاہ کردینا چاہیئے کہ کاہل اور سست لوگون کو خیرات دینا بجائے ثواب کے ایک گناہ ہے، خیرات صرف اُن لوگون کو دینا چاہیئے جو محنت و مزدوری سے قاصر ہون،

(۸) اپنی مدد آپ کرنا

ہمارے ہندوستان مین یہ ایک رسم قدیم ہے کہ بہت سے لوگ

صرف اپنی ہی گھرانون کی پرورش نہین کرتے، بلکہ اُن کو اپنے اور اپنی بیوی کے متعلقین کی پرورش مین بھی بہت کچھہ حصہ لینا پڑتا ہے، جس سے خاندان کے اکثر افراد علم و ہنر اور محنت سے بے بہرہ ہوجاتے ہین، دوسری وجہہ سستی اور کاہلی کے پیدا ہونے کی یہ ہے کہ بچون کی تعلیم و تربیت بچپن مین نہایت ناقص ہوتی ہے، مائین اپنے بچون کو مثل پرندون کے کھلاتی پلاتی، کھلاتی، دُھلاتی، پھناتی، اوڑھاتی اور ہمیشہ اپنے ساتھہ رکھتی ہین غرض کہ ہر قسم کی نازبرداری اور دلجوئی کا خیال کرتی ہین جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچے بڑے ہوکر بالکل سست اور کاہل ہوجاتے ہین اور اپنے ہر کام کو دوسرون کے بھروسے پر چھوڑ دیتے ہین - بچے کو اس قدر مستعد بنانا چاہیے کہ اگر اوس سے کسی کام کو کہا جائے تو انکار نہ کرسکے فوراً ہامی بھرے، پورا کرنے کی کوشش کرے، اور اگر ایک مرتبہ کامیاب نہ ہو تو پھر کوشش کرے پھر کوشش کرے، اور پھر کوشش کرے،

(۹) انجام بینی

بچہ جو ابتدائی عمر سے فضول خرچ ہوجاتا ہے، اوسکی وجہہ صرف یہ ہے کہ والدین بچپن مین کافی طور پر نگرانی نہین کرتے، جب لڑکا بڑا ہوجاتا ہے اور اوسکی شادی وغیرہ ہوجاتی ہے تو اخراجات مین اور اضافہ ہوتا ہے

سوچ سمجھکر خرچ نہ کرنے کی وجہ سے قرض لینے کی ضرورت ہوتی ہے
جس کا سود اصل رقم سے بھی تجاوز کرجاتا ہے، علاوہ اسکے قرض دار
ہمیشہ قرض خواہ کا غلام ہوتا ہے، جو قرض لینے کا عادی ہے وہ ہمیشہ
رنج وغم مین مبتلا رہتا ہے قرض کی ایک اور علت یہ ہے کہ جھوٹ
اور وعدہ خلافی کی عادت ہوجاتی ہے۔

بچون کو قرض کے ان برے نتائج سے آگاہ کرکے نصیحت کرنا چاہیئے
لیکن ان تکالیف سے بچنے کیلئے انجاد بہنی ضروری ہے، اور وہ صرف
اس طرح کہ خرچ بہت کفایت شعاری کے ساتھ کیا کرین، اور کبھی
فضول اور نمائشی چیزون کی خواہش نہ کیا کرین۔

(۱۰) غرور

انسان مین یہ مرض بکثرت پایا جاتا ہے کہ احمقانہ اور جھوٹی خوشامد کو بہت پسند کرتا ہے
اگر کوئی شخص ہماری جھوٹ موٹ تعریف کردے تو اوس کو سچ سمجھکر
خوش ہوتے ہین، قومون کے تنزل کے وجوہ مین سے ایک وجہ یہ بھی ہے
غرور بھی ایک گناہ کہا جاسکتا ہے، جس کے دل مین غرور اور تکبر
ہوتا ہے خدا اُس کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے، ہمارے ملک مین
مائین اپنے بچون کی اتنی پروا نہین کرتین جتنا خیال و شوق وہ جواہرات
و زیورات کا رکھتی ہین۔

ایک رومن، شریف اور متمول لیڈی کی بابت مشہور ہے کہ اوس سے کسی نے دریافت کیا کہ تیرے پاس کتنے جواہرات ہین، تو اوس نے اپنے شفیق، فرمان بردار، اور تعلیم یافتہ، لڑکون کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہی میرے جواہرات اور لعل ہین، کاش ہندوستان کی عورتین بھی اپنے بچون کو اپنے جواہرات اور زیورات پر ترجیح دین اور اون کو تعلیم یافتہ بنا کر گوہر بیبہا سمجھین، بے زوال دولت کے حاصل کرنے کی کوشش کرین نہ کہ ایسی دولت جسکو آناً فاناً زوال آجاتا ہے۔

(۱۱) پاکی اور صفائی

جس طرح انسان کو جواہرات اور اعلی پوشش سے فخر ہوتا ہے، اوسیطرح اوس کو دیگر اشیاء کی صفائی پر افتخار ہونا چاہیئے۔

اکثر والدین شادی بیاہ یا دیگر تقریبون مین بچے کو بہت صاف ستھرے کپڑے پہناتے ہین مگر وہ روزمرہ اُن کی صفائی اور پاکی کا خیال نہین کرتے۔

ایسے بچے جن کے ساتھ بچپن مین پروا نہین کی جاتی بڑے ہوکر ناپاک اور غلیظ طبیعت کے ہوجاتے ہین، ہندوستان کی بیماریون مین سے نصف ایسی ہین جو بوجہ پاکی و صفائی نہونے کے ظہور مین آتی ہین صاف ہوا

اچھا کھانا، صاف پانی، صاف کپڑے اور صاف مکان وغیرہ صحت کو قایم رکھنے کے لئے ضروری چیزین ہین - اگر بچے کو بالکل بچپن سے صفائی کی احتیاط کا سبق سکھلایا جاوے تو بڑے ہونے پر بھی اُس کا اثر ضرور قایم رہتا ہے، صفائی کی تعلیم دینے کے لئے ستھرے کمرے، اور صاف مکان بہت کچھ مدد دیتے ہین -

(۱۲) ترتیب اور پابندی

والدین کو چاہیئے کہ اپنے بچون کے لئے خود ایک مثال بین اور وہ اس طرح کہ ہر چیز کے لئے ایک جگہہ اور ہر جگہہ کے لیے ایک چیز مقرر کر کے بچون کو خوش ترتیبی کا سبق سکھلائین -

اکثر گھرون مین ایسی بے ترتیبی پائی جاتی ہے کہ نہ تو کسی چیز کے لئے کوئی جگہہ اور نہ کسی جگہہ کے لیے کوئی خاص چیز مقرر ہوتی ہے -

ایک جیب ہے نہ تو میز اور الماری مین رکھنے کی، مگر فرش پر پڑی ہوئی ہے والدین کو چاہیئے کہ پہلے خود اپنی اصلاح کرین، پھر اپنے بچون کو بتلائین، کہ اپنے کپڑے، اپنی کتابین، اپنے کھلونے غرض کہ اپنی ہر چیز نہایت باقاعدہ، اور باترتیب رکھین، اور خود بھی وقتاً فوقتاً معائنہ کرتے رہین کہ آیا بچے بے پروا ہی تو نہین کرتے،

پابندی وقت کا بھی خیال رکھنا ایک ضروری امر ہے، پابندی سے مطلب یہ ہے کہ ہر کام خاص اوسکے وقت پر ہو، اور ہر وقت کے لئے ایک خاص کام مقرر ہو،

وہ والدین بہت خوش نصیب ہین جو اپنے بچون کو یہ سکھلاتے ہین کہ ہر چیز کو اُس کی خاص جگھہ پر رکھو، اور ہر کام کو اُسکے خاص وقت پر کرو، اگر اس قسم کی ترتیب اور پابندی کا خیال بچپن سے پختہ ہوجائے گا تو بچون کی زندگی کے ہر حصہ مین مفید ثابت ہوتا رہے گا۔

(۱۳) تعلیم

والدین کا فرض جوان تمام باتون سے بڑھا ہوا ہے وہ اپنے بچون کی تعلیم ہے۔ اگر کوئی باپ اپنے بچے کی آنکھہ پھوڑکر اُسکو اندھا کردے تو لوگ اُس کو سخت بیرحم اور ظالم کہین گے لیکن اگر وہ اپنی غفلت سے بچہ کی تعلیم کی طرف توجہ نہ کرے تو کبھی اوسکو بیرحم اور ظالم نہ کہا جائیگا حالانکہ اس حالت مین بھی اوس نے اوسکی چشم بصیرت پھوڑدی ہے تعلیم بچہ کا ایک ایسا حق ہے جو اوس کو قانون فطرت نے عطا کیا ہے۔ اور وہ دنیا مین پہلا سانس لیتے ہی اوس کا حقدار بن جاتا ہے۔

والدین کی وفات کے بعد اگر میراث اور ترکہ مین اوسکو کوئی چیز مفید

ملتی ہے تو وہ عمدہ تعلیم ہی ہوتی ہے، جو اُس نے بچپن مین اُن سے حاصل کی ہے۔ اور یہ نعمت اُسکے لئے ہر قسم کی جائداد منقولہ اور غیر منقولہ سے بہتر ہوتی ہے، تعلیم کئی قسم کی ہو سکتی ہے، جیسے مذہبی تعلیم، اور اسکول کی تعلیم وغیرہ مذہبی تعلیم کا بیان ہم آگے چلکر کرینگے۔ اسکول کی تعلیم کی بابت یہ سمجھنا چاہیئے، کہ یہ تعلیم زیادہ سے زیادہ دس برس کی عمر سے شروع کر دینا چاہئے اور پھر بہت احتیاط رکھنا چاہیئے کہ بچے اپنے سبق اور وقت کے ہمیشہ پابند رہین، دس برس کی عمر تک مذہبی تعلیم کی پوری پوری تکمیل ہو جانی چاہیئے۔ اخبار بینی کا بھی لڑکون کو شوق دلانا، اور اون کے لئے مفید اور ضروری اخبارات کا مہیا کرنا بہت کچھہ فائدہ مند ہوتا ہے،

(۱۴) مذہبی تعلیم

یہ مضمون تمام گذشتہ مضامین سے ضروری ہے، لیکن اسکو زیادہ طول دینا مناسب نہین کہ والدین جب بچہ کی تعلیم کا سلسلہ شروع کرین تو سب سے پہلے مذہبی تعلیم کی طرف توجہہ کرین، کیونکہ تعلیم کے باقی حصہ کا تمام دارمدار مذہبی تعلیم پر منحصر ہے اگر مذہبی تعلیم مین کوئی نقص رہ گیا تو پھر کسی قسم کی تعلیم سے فائدہ کی امید بیجا ہے والدین کو چاہیئے کہ جب بچہ اسکول جانے کی لایق ہو جاوے تو اسکو بلا تامل اسکول مین داخل کر دین

مگر اسکول کی تعلیم شروع کرنے سے پیشتر مکان پر مذہبی تعلیم دینا نہایت ضروری ہے، بچون کو سب سے پہلے اپنی مقدس اور دینی کتاب یعنی کلام مجید کی تعلیم دینا سب سے مقدم ہے - کیونکہ اس متبرک کتاب مین مذہب اور اسلامی آداب اور اخلاق کا مکمل سبق موجود ہے یہ بات تو ضرور ہے کہ بچے عربی زبان سے بالکل ناواقف ہوتے ہین - اور وہ اسلئے قرآن مجید کے مطالب نہین سمجھ سکتے، مگر اوس کا علاج یہ ہے کہ جب بچہ اُردو پڑہنے لگے تو قرآن مجید با ترجمہ پڑہایا جاے، یا بعد ختم قرآن لفظی معنی پڑہائے جائین، اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام، اولیا اللہ اور بزرگان قوم کے حالات لبطور سبق کے پڑہانا چاہیئے

بغیر مذہبی تعلیم کے دنیاوی تعلیم کی مثال ایسی ہے، جیسے کوئی معمار ایک عالیشان محل تعمیر کرے لیکن اسکے پائے اور بنیادین بالکل کمزور ہون تو یہ محل بجاے آرام دہ ہونے کے ہمیشہ خطرناک ہوگا، اور اوس کے گر جانے کا اندیشہ لگا رہے گا، اور اگر بعد اختتام تعمیر معمار اُس نقص کی درستی کرکے محل کو پائدار کرنا چاہے تو یہ امر بھی قریب قریب ناممکن ہوگا،

مذہبی تعلیم کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ ابتدا ہی سے بچون کو عبادت کی طرف ترغیب دلائی جائے اور تاکید و تنبیہ کیجاے، اس پر مزید

اثر ڈالنے کے لئے والدین کو خود عبادت کی طرف توجہ کرنا چاہیئے، تاکہ بچون کے سامنے وہ ایک اعلیٰ نمونہ اور اعلیٰ مثال بن سکین۔

جب بچہ سات برس کا ہو تو نماز کے لئے تاکید کرو، اور جب دس برس کا ہو تو مار کر نماز پڑھاؤ اگر والدین اس حکم کی تعمیل کی طرف توجہ کرین تو دونون فائدے حاصل ہونگے، ایک تو یہ کہ وہ ایک فرض سے سبکدوش ہوجائینگے، دوسرے یہ کہ اُن کے بچون کو وہ فائدہ پہنچے گا جو اس حکم مین پوشیدہ ہے، اسیطرح روزہ، حج اور دیگر ارکانِ مذہب کی طرف بھی توجہ ضروری ہے جس سے دین و دنیا دونون درست ہوجائینگے،

نیک بخت، تعلیم یافتہ اور خدا ترس مائین صبح اور عشا کی نماز کے بعد اپنے خدا کے سامنے سر بسجود ہو کر یون دعا مانگا کرتی ہین، کہ اے خدائے بزرگ و برترین کس طرح تیرا شکریہ ادا کرون کہ تو نے آج دن بھر ہماری حفاظت کی، اے خدائے پاک جو گناہ کبیرہ اور صغیرہ ہم نے کئے ہون تو اپنی عنایت سے معاف کر دے اے میرے رب مین اپنے بچون کو تیرے حفظ و امان مین دیتی ہون، تو ہمیشہ اون کا نگہبان رہیو، اے خدا جب تک وہ اس زمین پر موجود ہین تو اُن کو بُرے کامون سے بچا، اور جس راستہ پر تو چاہے چلا، پھر جب تیرا دل چاہے اپنے سایہ مین بلا لے۔ اے میرے خدا میری اس کو اپنے حبیب کے صدقہ مین

قبول کر۔ آمین۔

(۱۵) کفایت شعاری

افسوس ہے کہ ہماری قوم کفایت شعاری سے اس قدر بیگانہ ہوگئی ہے کہ اکثر لوگ بخل اور کنجوسی کا مہذب نام کفایت شعاری رکھتے ہین، اگرچہ بخل اور کفایت شعاری کے مفہوم بالکل جدا جدا ہین اخراجات کا اعتدال کے ساتھ ہونا اور ضروریات کا خیال رکھنے کا نام کفایت شعاری ہے یہ کوئی ایسا وصف نہین کہ جسّے انسان چاہے اور حاصل نہ کرسکے نیز والدین کا فرض ہے کہ بچون کو اور اچھی عادتون کی طرح اس وصف کو بھی بچپن ہی سے سکھلائین۔

اکثر بچون کو اِدہر اُدہر کی بازاری چیزون کے کھانے کا شوق ایسا بڑھ جاتا ہے کہ وہ گلی سے کسی خوانچہ فروش کو خالی گذرنے نہین دیتے، اور یہان تک عادی ہوجاتے ہین کہ اُن سے قرض اور اُدھار لینے سے بھی نہین چوکتے۔

کفایت شعاری کا مطلب کبھی یہ نہین سمجھنا چاہیئے کہ ذلت سے زندگی بسر کی جاے، اور کنجوسی کرکے اپنے آپ کو تکلیف مین ڈالا جائے بلکہ کفایت شعاری سے مراد یہ ہے کہ انسان ہر قسم کی غیر ضروری اشیا کو

کام مین لانے کی کوشش نہ کرے، اور اس صفت کا حاصل
کرنا ہر مرتبہ اور ہر حیثیت کے آدمی کو ضروری ہے، ایک معمولی حیثیت کا
آدمی بھی ان مصارف کو جنہین وہ بہت ہی کم سمجھتا ہے اپنے بچون کی
خاطر برداشت کرلیتا ہے۔ اور اوس وقت تو اوس کا کوئی نقصان
محسوس نہین ہوتا۔ لیکن جب بچون کو چٹورپن اور فضول خرچی کی عادت
پڑجاتی ہے تو پھر جن جن تکالیف کا سامنا ہوتا ہے اُن کو دل ہی جانتا
ہے، ہمیشہ بچون کو سمجھاتے رہنا چاہیئے کہ دولت کبھی پیدا نہین ہوتی
جب تک کہ آدمی کفایت شعار نہ بنے،

غور کرنا چاہیئے کہ جب ہم کو دونون وقت پیٹ بھر کے عمدہ کھانا ملجاتا
ہے، تو پھر اوپر سے بازاری مٹھائی وغیرہ کہانے کی کیا ضرورت ہے، بچون
کے لئے ایسی چیزون کے کہانے کا ہی نام فضول خرچی ہے، اور اُن سے
باز رہنے کا نام کفایت شعاری ہے۔

انسان روپیہ اپنی ضرورتون کے پورا کرنے کے لئے حاصل کرتا ہے
اگر کوئی شخص صرف اس ہی بنا پر جو کچھ کمائے اور وہ سب اُڑا دے تو یہ
بتلائیے کہ جب اوسکی صحت ناقص ہوجائیگی ہاتھ پاؤن بیکار ہوجائین گے
اور قوت جواب دیدے گی، اور اُس پر اتفاقیہ مصیبتین آجائین گی، تو وہ
اپنی ضرورتون کو کس طرح پورا کرے گا۔ اگر وہ بیشتر ہی کفایت شعاری

کو کام مین لاتا اور آمدنی کا کچھہ حصہ پس انداز کر کے رکھہ چھوڑتا تو وہ اوس کی ضرورت کے وقت کام آتا علاوہ اسکے بنی نوع اور اپنی قوم کی امداد کے لئے کچھہ رقم خاص طور پر پس انداز کرنا عقلاً اور شرعاً واجب بلکہ فرض ہے۔ اگر ضرورتون کا لفظ اپنی معنی مین استعمال کیا جائے تو میرے خیال مین ہر شخص اپنی آمدنی مین سے ایک کافی رقم پس انداز کر سکتا ہے، بشرطیکہ وہ کفایت شعاری کو کام مین لائے، اسمین شک نہین کہ رقم پس انداز کرتے وقت تھوڑی سی زحمت اور دقت ضرور ہوتی ہے۔ لیکن معتدبہ سرمایہ پس انداز ہوجانے کے بعد وہ رقم بالکل مفت معلوم ہوتی ہے، اور قلب مطمئن رہتا ہے، اگر کوئی بچہ روز ایک پیسہ بچا کر رکھدیا کرے تو ایک سال بعد اسکے پاس تین سو پینسٹھ پیسے یعنی پانچ روپیہ سوا گیارہ آنہ ہوجائینگے جو مفت کی ایک معقول رقم ہے۔ ایسا کام انسان اُس ہی وقت کر سکتا ہے جب وہ کفایت شعاری کو سمجھتا اور اوسکی قدر کرتا ہو ورنہ اگر فضول خرچی کا عادی ہوگا تو وہ یہی چاہے گا کہ ایک ہی پیسہ کہین سے اور ملجائے جو چھوٹپن مین اُڑادے۔

(۱۶) قومی ہمدردی

بچون مین جب وہ چھوٹے ہوتے ہین قصہ کہانی سننے کا شوق

فطرتاً ہوتا ہے اکثر والدین بلکہ زیادہ تر مائین ایسے موقعون پر جبکہ بچہ کہانی سننے کی ضد کرتا ہے تو اوسکو فرضی اور جھوٹے لغو اور بیکار قصے سنا کر بہلا دیتی ہین اگر اُن کو لغو و بیکار قصون کی جگہہ ایسے قصے سنائے جائین جن سے دل مین بہادری جرات قومی ہمدردی اور قومی حمیت کا مادہ پیدا ہو تو آیندہ زندگی مین نہایت مفید ہوگا۔

اگر بچے بڑے ہو کر یہ سمجھنے لگین کہ ہم کو دنیا اور قوم کے جھگڑون سے کیا کام ہم تو کھائین پئین مزے اڑائین تو مین سچ کہتا ہون کہ ایسے آدمیون اور جانورون مین کچھ فرق نہوگا۔ ایسا خیال اُس ہی وقت پیدا ہوتا ہے جب بچون کی تعلیم اور تربیت ناقص ہوتی ہے۔ اور جب مائین بچپن مین قوم کی خدمت کرنے کا سبق نہین پڑہاتین۔ بچون کو ابتدا سے قومی ہمدردی کا سبق پڑہانا چاہیئے اور اُن کو سمجھانا چاہیئے کہ وہ کس طرح اپنی قوم کی مدد کرین۔ اگر مائین بچون مین قومی ہمدردی کا احساس پیدا کرین اور ایک نسل بھی ایسی پیدا ہوجائے تو یقیناً قوم کی بہت سی مصیبتین دور ہوجائین۔

خلاصہ

غرض والدین اور خصوصاً ماؤن کو لازم ہے کہ بچے کے پیدا ہوتے ہی

اوسکی تربیت اور تعلیم کی جانب متوجہ ہوجائین ۔ گھر کے تمام قواعد ایسے مرتب کرین جن کی وہ اپنی اولاد مین پابندی کرانے کی خواہان ہین ایسے لوگون سے خلا ملا رکھین جو تہذیب کے دائرہ سے باہر نہ ہون اور اپنی بات چیت کو بھی تہذیب کے دائرہ سے باہر جانے دین ۔ بجاے طول طویل بحث کے صرف اسی قدر کافی ہے کہ جو باتین مذہب نے اچھی بتائی ہین وہ اُن مین پیدا کرین اور جو بُری بتائی گئی ہین اون سے نزدیک بھی اپنی اولاد کو بھٹکنے نہ دین فقط